نہیں پہنچی اور بہت سی نقل و طباعت کی غلطیاں بھی اس میں موجود ہیں، پھر بھی یہ کتاب تحقیقات و افادات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے اور اپنے حسنِ ترتیب، اختصار کے ساتھ جامعیت، تحقیقِ رجال، تائید مسلکِ احناف کی رعایت اور اقسامِ حدیث کی تصریح وغیرہ علمی مباحث کی وجہ سے علماء و اساتذہ کے نزدیک خاص اہمیت کی حامل ہے۔

مولانا بنوری لکھتے ہیں:۔

جامع ترمذی کے مشکلات، احادیث احکام پر محققانہ بحث، ہر موضوع پر کبار امت کے عمدہ ترین نقول اور حضرت رح کی خصوصی تحقیقات کا ذخیرہ ہے۔ طلبۂ حدیث اور اساتذۂ حدیث پر عموماً اور جامع ترمذی کے پڑھانے والوں پر خصوصاً اس کتاب کا بڑا احسان ہے۔

آخر کی ان دو کتابوں کے علاوہ بھی محدث کشمیری کے غیر مطبوعہ امالی کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے جن میں سے بعض پردۂ خفا میں ہیں اور بعض اپنے مالکوں کے پاس قلمی حالت میں محفوظ ہیں۔ مثلاً امالی صحیح مسلم مرتبہ مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی، امالی صحیح بخاری مرتبہ مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مجموعہ افادات از مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، امالی بخاری از مولانا عبدالعزیز و مولانا عبدالقدیر، امالی بخاری از مولانا مناظر احسن گیلانی، امالی ترمذی از مولانا انوار الحق مئوی، امالی صحیح مسلم از مولانا علی احمد اعظمی۔

محدث کشمیری کے امالی کے سلسلے میں مولانا عبدالحلیم چشتی لکھتے ہیں:۔

محدث کشمیری کے امالی میں جو تنوع پایا جاتا ہے وہ امالی کی علمی دنیا میں اور کہیں نہیں ملتا، تفسیر، حدیث، فقہ، لغت، ادب، اور نحو کی متعدد امالی طبع ہو چکی ہیں اور یہ سب ائمۂ فن کی امالی ہیں اور بعض تو ان ائمہ کی ہیں جنھیں ہفت علوم میں اجتہاد کا دعویٰ ہے مگر ان میں سے کسی میں اس نوع کا تنوع اور ہمہ گیری نہیں ہے، فقہ کی امالی میں فقہی مسائل سے بحث ہے اور لغت کی دائرۂ شعر و ادب تک محدود ہے۔ نحو کی امالی کا تعلق نحوی مسائل سے ہے مگر حضرت علامہ انور شاہ کی امالی میں ہر فن سے اعتناء ہے اور اس کی حیثیت دائرۃ المعارف کی ہو گئی ہے۔ (۱)

---

(۱) حیات انور ص ۱۳۸ ج ۱

(۱۱) انوار الباری شرح اردو بخاری۔ مرتبہ مولانا سید احمد رضا بجنوری۔ مولانا بجنوری حضرت شاہ صاحب کے خویش اور تلمیذ ہیں اور ان کے دیگر تلامذہ کی طرح کثیر المطالعہ وسیع الاطلاع اور دقتِ نظر میں امتیازی شان رکھتے ہیں۔

انوار الباری اگرچہ خالصتہً حضرت شاہ صاحب کی تقریر تو نہیں ہے لیکن اس کی زمین دراصل حضرت محدث کشمیری کے افادات ہی ہیں اس لئے اسے ان کی امالی میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

اس مبسوط اور محققانہ شرح کے ابتک ۱۶-۱۷ اجزاء شائع ہو چکے ہیں اندازہ کے مطابق شرح کی تکمیل ۲۷ حصوں پر ہوگی جس کے تخمینی صفحات ۶۰۰۰ ہزار ہوں گے ابتداء میں دو حصوں میں ۵۴۰ صفحات پر مشتمل ایک گرانقدر مقدمہ ہے جس میں ابتداء سے لیکر اس صدی تک کے محدثین کا تذکرہ نہایت خوش اسلوبی سے درج کیا گیا ہے، ساتھ ہی اس کی اہم ترین خوبی یہ ہے کہ بطور خاص محدثین احناف کو اجاگر کیا گیا ہے جس میں معاندین کا یہ اعتراض کہ علماء احناف قیاس و رائے کے مقابلہ میں حدیث کی جانب کم متوجہ ہوتے ہیں" باد ر ہوا ہو جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ مقدمہ مستقلاً ایک اہم تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ عظیم و گرانقدر کتاب ماہانہ پروگرام کے مطابق قسط وار مکتبہ ناشر العلوم نجارہ روڈ بجنور سے شائع ہو رہی ہے خدا کرے حضرت مرتب کی زندگی میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ کر منصۂ شہود پر آجائے۔

(۱۲) امالی مرتبہ مولانا انوار الحق مئوی اعظمی کے تعارف میں: چونکہ مولانا انوار الحق عربی ادب سے خاص ربط رکھتے تھے اس لئے اس کا رنگ تقریر میں بھی ظاہر ہے یہ امالی نہایت خوشخط کے بعد مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ کر لیا جائے۔

بخاری شریف کے سائز میں ۲۸۶ صفحات پر مشتمل ہے تقریر کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

باب ماجاء فی الجنب والحائض منھما لا یقران القرآن۔ قال الکرخی لا یجوز مطلقا وقال الطحاوی یجوز قطعۃ قطعۃ والروایۃ مؤید للکرخی عند الحنفیۃ یجوز اقل من الآیۃ

ودلیل ابی حنیفۃ انہ لا یطلق القرآن علی اقل من الآیۃ اور انتہا اس عبارت پر ہوتی ہے۔

الف الف تحیۃ وسلام علی النبی الامی خیر الانام علی ان بلغ الکتاب الی الختام بعون اللہ الملک العلام لعشر خلون من رجب یوم الاثنین بعد الفجر ۱۳۳۶ھ

یہ امالی اپنے حسن بیان اور صحت نقول کے لحاظ سے عرف الشذی پر فوقیت رکھتی ہے مگر افسوس کہ اب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکی اس لئے اہل علم استفادہ سے محروم رہے۔

اسلام کا اقتصادی نظام

تالیف :- مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمن رح

ایک عظیم الشان کتاب جس میں اسلام کے پیش کئے ہوئے اصول و قوانین کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کے تمام معاشی نظاموں میں صرف اسلام کا نظام اقتصادی ہی ایسا نظام ہے جس نے محنت و سرمایہ کا صحیح توازن قائم کر کے اعتدال کا راستہ نکالا ہے۔ اور جس پر عمل کرنے کے بعد سرمایہ و محنت کی کشمکش ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہے۔

اسلام کے نظام معاشی کے ساتھ موجودہ صنعتی اور معاشی مسائل کو حقیقت کے آئینے میں دیکھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا۔

صفحات ۴۰۸ بڑی تقطیع قیمت ۱۵/ روپے - مجلد ۱۹/ روپے

استدراک
شیخ سعد الدین خیرآبادیؒ

پروفیسر محمد اسلم لاہور

برہان کے جنوری کے شمارے میں جناب ریاض الانصاری صاحب کا ایک مضمون بعنوان۔ شیخ سعد الدین خیرآبادیؒ۔ شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں کئی اغلاط ہیں جن کی تصحیح بڑی ضروری ہے۔

انصاری صاحب نے شیخ قوام الدین عباسی (المتوفی ۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء) کو شاہ میناؒ کا چچا لکھا ہے جو صحیح نہیں۔ شاہ میناؒ کے والد شیخ قطبؒ دہلی کے باشندے تھے اور موصوف تغلقوں کے آخری دورِ حکومت میں دہلی کی سکونت ترک کر کے جونپور چلے گئے تھے۔ جب ان کا جی وہاں سے بھی اُچاٹ ہوا تو موصوف دلمئو چلے آئے اور کچھ عرصہ بعد لکھنؤ منتقل ہو گئے۔[1]

لکھنؤ میں اُن دنوں شیخ قوام الدین عباسیؒ (المتوفی ۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء) کے زہد و ورع کا بڑا چرچا تھا۔ شیخ قطب ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ اس زمانے میں مشائخ کرام اپنے مریدوں کو۔ برادر۔ کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ شاہ میناؒ کے ملفوظات میں مرقوم ہے کہ جب کوئی شخص اُن کا مرید ہونا چاہتا تو موصوف اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرماتے: "ایں برادر را بہ برادری قبول کردی؟"[2] انصاری صاحب

---

[1] محمد اسلم، احوال و آثار مخدوم شاہ مینا لکھنویؒ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۲۔
[2] میر سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ میناؒ، مطبوعہ مطبع مرتع عالم ہردوئی، ص ۱۵۷۔

نے اس اصطلاح سے شیخ قطب کو شیخ قوام الدینؒ کا حقیقی بھائی سمجھ لیا ہے۔

انصاری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ میناؒ نے بچپن ہی سے شیخ قوام الدین رحؒ کی زیرِ نگرانی رہ کر تربیت پائی۔ اُن کا یہ بیان بھی حقایق کے منافی ہے۔ شیخ قوام الدین رحؒ شاہِ میناؒ کی ولادت سے چالیس روز قبل فوت ہو گئے تھے[1]۔ یہاں صاحبِ اخبار الاخیار سے بھی چوک ہو گئی ہے۔

انصاری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ شاہِ مینا رحؒ کے صرف دو خلیفہ تھے۔ ان کا یہ بیان بھی محلِ نظر ہے جامع ملفوظات میر سید محی الدین رضوی ساکنِ امیٹھی نے شاہ صاحب سے خلافت پانے کا ذکر کیا ہے[2]۔ وہ بھی شاہ مینا کے خلیفہ تھے۔

اسی مضمون میں صفحہ ۳۲ پر ایک طویل فٹ نوٹ میں انصاری صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ جمالی نے اسلامی ممالک کا ایک دورہ بھی کیا تھا جس میں ممتاز شخصیتوں مثلاً شیخ زین الدین خوافی، مولانا رومی، مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی، شیخ الاسلام مسعود شروانی وغیرہ سے ملاقات کی۔" ان کا یہ بیان بھی حقایق کے منافی ہے۔ جمالی (المتوفی ۱۵۳۶ء) کی مولانا جامی (المتوفی ۱۴۹۲ء) سے ملاقات ثابت ہے۔ پہلی ملاقات میں ان کے درمیان جو نوک جھونک ہوئی تھی وہ ان کے تذکرہ نگاروں نے محفوظ کر لی ہے لیکن مولانا رومی (المتوفی ۱۲۷۳ء) سے ان کی ملاقات کیسے ممکن ہے؟

بُرہانؔ میں چھپنے والے مضامین بڑے معیاری سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے ان اغلاط کی تصحیح بڑی ضروری ہے۔

---

[1] میر سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ مینا رحؒ، مطبوعہ مطبع مرقعِ عالم ہردوئی ص ۴۔

[2] ایضاً ص ۲۸۔